Al-Qawārīr - Vol: 07, Issue: 01,
Oct – Dec 2025

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

صغر سنی کی شادی: مولانا عمر احمد عثمانی اور دیگر متجددین کی آراء کا تحقیقی مطالعہ

Child Marriage: A Research Study of the views of Maulana Umar Ahmad Usmani and other Muslim Modernists

Syed Shahzad Ali
PhD Scholar, Govt. College University Lahore
Dr. Hafiz Muhammad Naeem
Director, Sheikh Abu al-Hasan al-Shadhili Research Centre for Mysticism, Science and Technology, GC University Lahore

ABSTRACT

This study explores the sensitive and socially significant issue of child marriage within Islamic thought, focusing on the diverse perspectives presented by Maulana Umar Ahmad Usmani, contemporary exegetes, and modern Islamic scholars. The practice of child marriage has long been debated both within traditional religious framework and in light of modern ethical, legal, and human rights discourses. Modern thinkers advocate for a re-evaluation of child marriage in light of maqasid al-shariah (objectives of Islamic law), human dignity, and contemporary socio-legal realities.The paper begins by analyzing Maulana Usmani's position, who, while grounded in classical Islamic jurisprudence, engages with the issue through a lens of contextual understanding and social reform. His approach reflects a balance between textual fidelity and evolving human concerns. The research then examines interpretations by contemporary exegetes who often uphold traditional views, emphasizing scriptural sources, such as the Qur'an and Hadith, without substantial reinterpretation. In contrast through comparative analysis, the study highlights the hermeneutical differences in approaching sacred texts and the underlying principles guiding each group's stance. It concludes that the issue of child marriage requires ongoing scholarly dialogue that bridges traditions and modernity, ensuring that Islamic teachings are applied with both integrity and relevance in the contemporary world.

Keywords: *Child Marriage, Puberty, Consent, Guardian, Jurists, Modernist*

تعارف موضوع

نکاح ایک فطری، معاشرتی، دینی اور روحانی ضرورت ہے۔ اسلام نے انسان کے جبلی جذبوں کی تسکین کے لیے نکاح کا ادارہ قائم کیا ہے۔ نکاح سے انسان کو ایک اخلاقی حصار اور مضبوط قلعہ میسر ہوتا ہے جہاں وہ خود کو جنسی بے راہ روی اور فحش کاموں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس کے اندر شرم وحیا کے فطری جذبے کو نشو ونما ملتی ہے اور رشتوں کے تقدس کی اہمیت اجاگر ہوتی

CC BY

ہے۔ قرآن میں بالغ ہونے پر نکاح کی ترغیب دلائی گئی ہے:فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا[1](جو عورتیں تمہیں پسند آئیں، ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرو لیکن اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔)

نبی کریم ﷺ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:"یا معشر الشباب!من استطاع الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء۔"[2](اے جوانو! تم میں سے جو نکاح (حقوق زوجیت ادا کرنے) کی طاقت رکھتا ہو وہ ضرور نکاح کر لے، کیونکہ یہ نظر کو جھکائے رکھنے اور شرم گاہ کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ جو حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو وہ روزے رکھے، کیونکہ روزہ شہوت توڑنے کا ذریعہ ہے۔) حضور اکرم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔[3] جب کچھ اصحاب رسولؐ نے ساری رات عبادت کرنے اور دن کو روزے رکھ کر نکاح نہ کرنے کا عزم کیا تو آپؐ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا:"اما والله !انی لاخشاکم لله واتقاکم له،لکنی اصوم وافطر،واصلی وارقد،واتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی"[4](اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، لیکن میں (نفلی) روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔) ایک اور حدیث مبارکہ میں آپؐ نے نکاح کو آدھے ایمان کی تکمیل قرار دیا ہے:"من تزوج فقد استکمل نصف الایمان،فلیتق الله فی النصف الباقی"[5](جس نے نکاح کر لیا، اس نے آدھا ایمان مکمل کر لیا۔ پھر اسے باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔)

مبحث اول: نکاح کے مقاصد

ا۔ جنسی آسودگی

نکاح کے مقاصد میں سے اولین مقصد جائز طریقے سے جنسی آسودگی کا حصول ہے۔ جنسی جذبہ ایک طبعی اور فطری داعیہ ہے جو انسان کی جبلت کا لازمہ ہے۔ اسلام جنسی جذبے کی تسکین کو زندگی کا اصل مقصد قرار نہیں دیتا اور نہ ہی اسے شر محض قرار دیتے ہوئے اس سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسی طرح نہ ہی اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی ترغیب دیتا ہے بلکہ جنسی جذبے کی تسکین اور تکمیل کے لیے نکاح کی صورت میں ایک معتدل اور منضبط نظام اور ایک جائز و حلال راستہ فراہم کرتا ہے۔ جنسی

تسکین سے محرومی ذہنی اور جسمانی توازن کے بگڑنے کا باعث بن جاتی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء) لکھتے ہیں کہ انسانی خواہشات میں سے جنسی خواہش سب سے زیادہ شدید ہے اور اس کی تسکین کی خاطر انسان خواہش نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔[6]

۲۔ عفت و پاک دامنی

انسانی عزت وناموس اور عفت و عصمت کی حفاظت و نگہداشت کی ضمانت صرف نکاح کے ذریعے ہی دی جاسکتی ہے۔ قرآن مجید میں نکاح کو لفظ "حصن" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی ایسا قلعہ جو جنسی بے اعتدالی اور بے راہ روی سے محفوظ رکھے۔ اسی طرح قرآن مجید میں عفیف اور پاک دامن مردوں کو محصن اور پاک دامن عورتوں کو محصنات کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ تمام الفاظ حصن سے ہی ماخوذ ہیں جس کے معنی مضبوط اور قوی حصار کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ[7]

(پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی (تمہارے لیے حلال ہیں) جب کہ ان کا مہر دے دو، ان سے عفت قائم رکھنی مقصود ہو، نہ کھلی بدکاری کرنی اور نہ چھپی دوستی کرنی۔)

۳۔ قلبی سکون واطمینان

ازدواجی زندگی کا ایک اہم مقصد قلبی راحت اور روحانی تسکین ہے۔ نکاح کو ذریعہ محبت و مودت بنایا گیا ہے۔ اس سے انسان کو جسمانی اور ذہنی رفاقت میسر آتی ہے جو جسمانی اور دلی سکون کا باعث بنتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً[8]

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔)

۴۔ نسل انسانی کی بقا

نکاح کا ایک اہم مقصد نسل انسانی کا تحفظ اور بقا ہے تاکہ حیات انسانی کا تسلسل برقرار رہے اور شریعت کا ایک اہم مقصد "حفظ نوع انسانی" پورا ہو سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً[9]

(لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیے۔)

مبحث دوم: صغر سنی کی شادی- مولانا عمر احمد عثمانی اور دیگر متجددین کے افکار وآراء

1. صغر سنی کی شادی: مولانا عمر احمد عثمانی کے افکار وآراء

اسلامی فقہ میں بلوغت کو شادی کی عمر قرار دیا گیا ہے:

"من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه، فاذا بلغ فليزوجه ،فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه"[10]

صغر سنی[11] کی شادی مخصوص حالات میں بعض ناگزیر مصالح کے تحت بلوغت سے قبل قرار پاتی ہے۔ صغر سنی کی شادی کے بارے فقہاء کا اختلاف ہے۔کچھ اس کے جواز کے قائل ہیں اور کچھ عدم جواز کے۔ فریقین اپنے اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں برصغیر پاک وہند میں صغر سنی کی شادی کے ضمن میں اسلام پر اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ انڈیا اور پاکستان میں اس پر مسلسل قانون سازی کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

کیا نابالغ لڑکی کا نکاح کیا جا سکتا ہے؟ اس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اس کی اجازت دیتے ہیں، بعض ناجائز قرار دیتے ہیں۔ امام ترمذی (۸۲۴ء-۸۹۲ء)) نے لکھا ہے:

"وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي تَزْوِيجِ الْيَتِيمَةِ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا زُوِّجَتْ فَالنِّكَاحُ مَوْقُوفٌ، حَتَّى تَبْلُغَ، فَإِذَا بَلَغَتْ فَلَهَا الْخِيَارُ فِي إِجَازَةِ النِّكَاحِ، أَوْ فَسْخِهِ. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ التَّابِعِينَ، وَغَيْرِهِمْ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا يَجُوزُ نِكَاحُ الْيَتِيمَةِ، حَتَّى تَبْلُغَ، وَلَا يَجُوزُ الْخِيَارُ فِي النِّكَاحِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ :إِذَا بَلَغَتِ الْيَتِيمَةُ تِسْعَ سِنِينَ، فَزُوِّجَتْ فَرَضِيَتْ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ، وَلَا خِيَارَ لَهَا إِذَا أَدْرَكَتْ. وَاحْتَجَّا بِحَدِيثِ عَائِشَةَ،أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ، وَقَدْ قَالَتْ عَائِشَةُ : إِذَا بَلَغَتِ الْجَارِيَةُ تِسْعَ سِنِينَ فَهِيَ امْرَأَةٌ"[12]

(کمسن لڑکی کے نکاح کے معاملے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر اس کا نکاح کر دیا جائے تو وہ اس کے بالغ ہونے تک موقوف رہے گا۔ بالغ ہونے کے بعد اسے خیار بلوغ حاصل ہو گا۔ وہ چاہے تو نکاح باقی رکھے اور چاہے تو فسخ کر دے۔ یہ بعض تابعین اور دوسرے اہل علم کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح بلوغت سے قبل جائز نہیں اور نکاح کے معاملے میں اسے خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ سفیان ثوریؒ(۷۱۶ء-۷۷۸ء)، شافعیؒ(۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)اور دیگر اہل علم کا قول ہے۔ احمد(۱۶۴ھ-۲۴۱ھ)اور اسحاق(۸۵ھ-۱۵۰ھ) نے کہا ہے: جب لڑکی نو سال کی ہو جائے، اس وقت اس کا نکاح کیا جائے اور وہ اسے قبول کرلے تو یہ نکاح جائز ہے۔ اس صورت میں بالغ ہونے کے بعد اسے (نکاح کو رد کرنے کا) اختیار نہیں حاصل ہو گا۔)

فقہاء کے اختلاف کی بنیاد یہ سوالات ہیں کہ کب لڑکی کا نکاح پسندیدہ ہے؟ اور کب وہ نکاح کے قابل ہو جاتی ہے؟ جن فقہاء کے نزدیک نکاح کا مقصد جنسی آسودگی ہے، انہوں نے بلوغت سے قبل نکاح کو ناجائز کہا ہے۔ دوسرے فقہاء کے نزدیک بلوغت سے قبل نکاح کی گنجائش تو ہے، لیکن ان کے نزدیک بھی بہتر اور پسندیدہ یہی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا نکاح اس وقت کیا جائے جب وہ بالغ ہو چکے ہوں تا کہ نکاح کے مقاصد کی تکمیل صحیح طریقے سے ہو۔[13]

اس ضمن میں جمہور کا ایک گروہ بلوغت سے قبل نکاح اور خصتی کا قائل ہے جس میں خاوند کو نابالغ لڑکی کے ساتھ بھی عملی مجامعت(Intercourse) کی اجازت ہے۔ دلیل کے طور پر سورۃ الطلاق ۶۵:۴ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا عمر احمد عثمانی ۱۹۱۶ء کو تھانہ بھون کے علاقہ میں پیدا ہوئے۔ آپ برصغیر پاک وہند کے معروف عالم دین مولانا ظفر احمد عثمانیؒ(۱۸۹۲ء-۱۹۷۴ء)[14] کے صاحب زادے اور علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا ایک علمی شاہکار" فقہ القرآن" بھی ہے۔ فقہ القرآن ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ مولانا عمر احمد عثمانی(۱۹۱۶ء-۱۹۹۱ء) نے فقہ القرآن میں قرآن کریم کی نصوص کے ساتھ ساتھ احادیث سے بھی استنباط کیا ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل دس جلدوں میں متوقع تھی لیکن مولانا عمر احمد عثمانی صاحب کی وفات کی وجہ سے اس کی صرف آٹھ جلدیں منظر عام پر آسکیں۔ مولانا نے اس کتاب میں نسائیات سے متعلقہ ان تمام موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے جن کا اجمالی تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

مولانا عمر احمد عثمانی نے فقہ القرآن میں فقہ النسآ کے ضمن میں کئی اہم مباحث کو بیان کیا ہے جن میں سے ایک اہم مبحث صغر سنی کی شادی بھی ہے۔ اس ضمن میں آپ کی آراء کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ انہی آراء کی بدولت مولانا عمر احمد عثمانی پر

مغربیت پروردی اور انکار حدیث کے الزامات لگتے رہے اوران کے خلاف فتاویٰ بھی دیے گئے۔ ذیل میں ہم صغر سنی کی شادی کے حوالہ سے ان کے خیالات کا خلاصہ پیش کریں گے اور دیگر متجددین کی آراء کے تناظر میں ایک تجزیاتی وتقابلی مطالعہ پیش کرنے کی سعی کی جائے گی۔

مولانا عمر احمد عثمانی صغر سنی کی شادی کے عدم جواز کے ضمن میں سورۃ النساء کی درج ذیل آیت ۶ سے استدلال کرتے ہیں:

وَٱبْتَلُوا ٱلْيَتَٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُوا ٱلنِّكَاحَ فَإِنْ ءَانَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَٱدْفَعُوٓا إِلَيْهِمْ أَمْوَٰلَهُمْ[15]

(یتیموں کو بالغ ہونے تک آزماتے رہو، یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر تک پہنچ جائیں۔ پھر اگر ان میں ایک گونہ تمیز دیکھو تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو۔)

مولانا عمر احمد عثمانی اس آیت کا حوالہ دیتے ہوئے دو عظیم فقہاء قاضی ابن شبرمہؒ (م:۱۴۴ھ) اور ابو بکر الاصم کے استدلال کا ذکر کرتے ہیں۔ ان دو فقہاء نے نابالغوں کے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔[16] جبکہ فقہائے اربعہ نے نابالغ لڑکی اور لڑکے کے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔[17] قاضی ابن شبرمہؒ (م:۱۴۴ھ)، امام ابو حنیفہؒ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) کے ہم عصر اور عظیم ترین شخصیت ہیں۔ طبقہ فقہاء میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کی عمر بالترتیب ۱۸ سال اور ۱۶ سال مقرر فرمائی تھی۔ آج سے چند سال پہلے علمائے مصر نے ان کے فتاویٰ کو جدید شرعی قوانین میں مدون کرایا تھا۔[18]

امام احمد بن علی رازی جصاص (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ) نے احکام القرآن میں قاضی ابن شبرمہ اور ابو بکر الاصم کا قول نقل کیا ہے:

"عن ابن شبرمه ان تزويج الاباء على الصغار لايجوز وهو مذهب الاصم"[19]

(ابن شبرمہ سے نقل کیا ہے کہ نابالغوں کا نکاح اگر ان کے آباء کر دیں تو جائز نہیں ہوتا اور ابو بکر الاصم (م:) کا مذہب بھی یہی ہے۔)

مولانا عمر احمد عثمانی نے "حدیث عائشہؓ" جس میں آپؐ کی رخصتی کے وقت عمر ۹ سال بیان کی ہے، اس پر درایتاً کلام کرتے ہوئے اس کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۶ برس تھی۔[20]

2. دیگر متجددین کے افکار وآراء

تعدد ازواج کے ضمن میں دیگر متجددین کے خیالات بھی مولانا عمر احمد عثمانی کے افکار وآراء سے موافقت رکھتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان متجددین کی آراء نقل کرتے ہیں۔

i. غلام احمد پرویز:

غلام احمد پرویز (۱۹۰۳ء-۱۹۸۵ء) نکاح کو ایک معاہدہ قرار دیتے ہیں اور معاہدہ کی پہلی شرط یہ ہوتی ہے کہ فریقین بالغ

ہوں، نابالغ کا معاہدہ درخور اعتناء ہی نہیں ہوتا۔ اس لیے قرآن کی رو سے صغر سنی کا نکاح، نکاح ہی نہیں ہوتا۔ قرآن نے تو بلوغت کے معنی ہی "نکاح کی عمر" بتائے ہیں:

وَٱبۡتَلُواْ ٱلۡيَتَـٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُواْ ٱلنِّكَاحَ[21]

معاہدہ کی دوسری شرط یہ ہوتی ہے کہ وہ بلا جبر واکراہ (فریقین کی پسندیدگی کے مطابق) ہو۔ اسی لیے ایک طرف مردوں سے کہہ دیا: فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ[22] عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو اور دوسری طرف عورتوں کے متعلق کہہ دیا کہ لَا يَحِلُّ لَكُمۡ أَن تَرِثُواْ ٱلنِّسَآءَ كَرۡهًا[23] (تمہارے لیے قطعا جائز نہیں (حلال نہیں) کہ تم عورتوں کے زبردستی مالک بن جاؤ۔)

غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

"نکاح نام ہے ایک بالغ مرد اور ایک بالغ عورت کے برضا اور غبت باہمی معاہدہ کا، کہ ہم ایک دوسرے کے رفیق بن کر، ان تمام حقوق و فرائض کا احترام کرتے ہوئے جو قرآن نے عائد کیے ہیں، سکون و محبت اور ہم آہنگی و یک رنگی کی زندگی بسر کریں گے اور اس طرح معاشرے میں ایک ایسا خوش گوار ماحول پیدا کریں گے جس میں پرورش پا کر ہماری آئندہ نسل، متوازن شخصیت کی حامل اور شرف انسانیت کی پیکر بنے۔ اگر ان میں سے ایک شق کی بھی کمی ہو تو وہ نکاح کا تعلق نہیں رہتا۔ محض جنسی اختلاط کا طبعی (Biological) ذریعہ رہ جاتا ہے۔"[24]

"طاہرہ کے نام خطوط" کے آخر میں تتمہ کے طور پر "حضرت عائشہؓ کی عمر" کے عنوان سے ایک مقالہ درج ہے۔ جس میں دلائل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شادی کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۹ سال کی بجائے (بعض روایات کے مطابق) انیس برس اور بعض کے مطابق سترہ برس کی تھی اور ۱۵-۱۶ برس سے کم تو کسی صورت میں بھی نہ تھی۔[25]

ii. ڈاکٹر محمد شکیل اوج:

ڈاکٹر محمد شکیل اوج (۱۹۶۰ء-۲۰۱۴ء) بیان کرتے ہیں کہ نکاح دو افراد کے درمیان سماجی معاہدہ ہے۔ جو عاقل و بالغ ہوں اور برضا و رغبت ایک دوسرے کو قبول کریں۔ عمر نکاح بلوغ کے بعد شروع ہوتی ہے۔ بلوغ جسمانی اور عقلی دونوں ہونے چاہییں۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَٱبۡتَلُواْ ٱلۡيَتَـٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُواْ ٱلنِّكَاحَ[26]

(اور یتیموں کی جانچ کرتے رہو، یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں۔)

آیت میں بلوغ کی بجائے "نکاح" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ نکاح بلوغ کو مستلزم ہے۔ لہذا کم عمری کی شادی ازروئے قرآن صحیح معلوم نہیں ہوتی۔[27]

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک لڑکے کا سن بلوغ کامل طور پر اٹھارہ اور لڑکی کا سترہ سال ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک پندرہ سال ہے۔

"عن الامام الاعظم ان السن للغلام تمام ثمانی عشرۃ سنۃ للجاریۃ تمام سبع عشرۃ سنۃ۔"[28]

ڈاکٹر محمد شکیل اوج کم عمری کی شادی کے عدم جواز کے لیے قرآن کریم سے درج ذیل پانچ دلائل پیش کرتے ہیں:

ا۔ پہلی دلیل:

فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ[29]

(پس تم ان عورتوں سے نکاح کرو، جو اچھی، عمدہ اور پاکیزہ ہوں۔[30])

اس آیت سے تین نکات پیش کرتے ہیں:

i۔ فَٱنكِحُوا صیغہ امر ہے یعنی حکم شرعی ہے اور یہ حکم کسی غیر مکلف کو نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ بچہ اپنی طفولیت کے باعث اس حکم کا مخاطب نہیں۔ اس لیے وہ نکاح بھی نہیں کر سکتا۔

ii۔ "مَا طَابَ لَكُم" ایسی عورتوں سے نکاح کا حکم ہے کہ جو عمدہ اور پاکیزہ ہوں۔ صغر سنی میں بچہ، عورت کی عمدگی اور پاکیزگی کو نہیں جان سکتا۔

iii۔ " ٱلنِّسَآءِ" کا لفظ عورت کے مفہوم کو شامل ہے۔

گویا آیت بھرپور طریقے سے کم سنی کی شادی کی ممانعت کا اعلان کر رہی ہے۔[31]

۲۔ دوسری دلیل:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا۟ ٱلنِّسَآءَ كَرْهًا[32]

(اے ایمان والو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ عورتوں کے جبر اوارث بن جاؤ۔)

جب بالغ عورتوں کے ساتھ زبردستی کرنے سے منع کیا گیا ہے تو نابالغ بچیوں سے نکاح کرنا بدرجہ اولیٰ جبر واکراہ میں آئے گا۔ کیونکہ نابالغ بچی کا اظہار بھی شرعا، اخلاقا اور قانونا غیر معتبر قرار پائے گا۔

۳۔ تیسری دلیل:

وَٱلۡمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٖ[33]

(اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک انتظار کریں۔)

اس آیت میں مطلقہ مدخولہ کی عدت تین قروء (حیض یا طہر) بتائی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ بچیوں سے نکاح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ بصورت طلاق مع ادخال ان کی عدت کا کوئی پیمانہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ عدم حیض کی وجہ سے ان پر حالت طہر کا بھی اطلاق نہیں ہو سکے گا کہ طہر کے لیے حیض کا ہونا ضروری ہے اور کم سنی میں یہ صفت مفقود ہے۔[34]

۴۔ چوتھی دلیل:

نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٞ لَّكُمۡ فَأۡتُواحَرۡثَكُمۡ أَنَّىٰ شِئۡتُمۡۖ وَقَدِّمُواْ لِأَنفُسِكُمۡ[35]

(تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ پس جب چاہو تم اپنی کھیتیوں میں جاؤ اور اپنے لیے (کچھ) آگے بھیجو۔)

بیویوں کو شوہروں کی کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جب کہ نابالغ لڑکی اپنے کاشت کار کے لیے کھیتی کا کردار ادا کرنے سے قاصر ہوگی۔

۵۔ پانچویں دلیل:

وَيَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلۡمَحِيضِۖ قُلۡ هُوَ أَذٗى فَٱعۡتَزِلُواْ ٱلنِّسَآءَ فِي ٱلۡمَحِيضِۖ وَلَا تَقۡرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطۡهُرۡنَۖ فَإِذَا تَطَهَّرۡنَ فَأۡتُوهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ أَمَرَكُمُ ٱللَّهُ[36]

(اور آپؐ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں آپؐ بتا دیجیے کہ یہ ضرر رساں چیز ہے۔ پس حالت حیض میں بیویوں سے الگ رہو بلکہ (مقاربت کے لیے) ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ پاک وصاف ہو لیں۔ پھر جب خوب اچھی طرح نہا لیں تو (بغرض صحبت) ان کے پاس جاؤ۔ جس طرح تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے۔)

حالتِ حیض میں بیویوں کے پاس جانے کی ممانعت کا حکم اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ عورتیں مکمل طور پر بالغ ہو چکی ہیں۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ نابالغی میں عورت کا نکاح، اسلام کو مطلوب نہیں ہے۔[37]

ڈاکٹر محمد شکیل اوج کے مطابق کم سنی کی شادی کے مجوزین سورۃ الطلاق کی آیت نمبر ۴ **وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا**[38] سے استدلال کرتے ہیں۔ جہاں لفظ "لم یحضن" سے مفسرین نے نابالغ لڑکیاں قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایسے نکاح کو آپ تصور میں لایئے اور بتایئے کہ کیا یہ لڑکی کے ساتھ ظلم نہیں ہے کہ قدرت نے ابھی اسے اس مقصد کے لیے تیار بھی نہیں کیا اور ہم اسے اپنی جنسی خواہش کا نشانہ بنارہے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ اسے "شریعت" بھی سمجھ رہے ہیں۔ کیا کسی ایسے بچے کو گوشت کھلایا جاسکتا ہے جو ابھی تک صرف دودھ پیتا ہو؟ کیا کسی ایسے بچے کو دوڑایا جاسکتا ہے جس نے ابھی صحیح طور پر چلنا بھی نہ سیکھا ہو؟ کیا کسی ایسی بچی کو صحبت کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے جو جنسی معاملات اور دوطرفہ ملاپ کی خبر بھی نہ رکھتی ہو اور نہ فریق کو جھیلنے کی سکت اپنے اندر پاتی ہو؟ کیا ہمارے علماء یہ فقہی مسئلہ بھول گئے کہ حرہ بالغہ کے ساتھ بغیر مرضی ورضامندی کے صحبت نہیں ہوسکتی۔[39]

iii. مولانا وحید الدین خاں:

صغر سنی کے عنوان پر براہ راست تو مولانا وحید الدین خاں (۱۹۲۵ء-۲۰۲۱ء) نے اپنی دونوں کتابوں "خاتون اسلام" اور "عورت معمار انسانیت" میں کچھ تحریر نہیں کیا لیکن حضرت عائشہؓ کی حضور ﷺ سے شادی کے متعلق کچھ لکھا ہے۔ اپنی کتاب "عورت معمارِ انسانیت" میں "عمر نکاح کا مسئلہ" کے عنوان کے تحت حضرت عائشہؓ کی حضور ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے معاملے کو زیر بحث لائے ہیں۔ مولانا صحیح بخاری کے حوالے سے روایت پیش کرتے ہیں:

"ان النبیﷺ تزوجها وهی بنت ست سنین،وادخلت علیه وهی بنت تسع ومكثت عنده تسعا"

(عائشہ صدیقہؓ کا نکاح پیغمبر اسلامؐ سے مکہ میں ہوا۔ اس وقت عائشہ صدیقہؓ کی عمر صرف چھ سال تھی۔ اس کے بعد مدینہ میں ان کی رخصتی ہوئی اور رخصتی کے وقت عائشہ صدیقہؓ کی عمر ۹ سال تھی۔)[40]

مولانا وحید الدین خاں نے مستشرقین کے اس معاملے پر اعتراضات کا ذکر کیا ہے اور بعد ازاں قدیم علماء کے جوابات کا تذکرہ کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"ابن حزم (۹۹۴ء-۱۰۶۴ء) نے ابن شبرمہ سے ان کا جواب ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا عائشہؓ سے چھ سال کی عمر میں نکاح کرنا آپؐ کی نبوت کے خصائص میں سے تھا۔

"وزعم ان تزویج النبیﷺ عائشه،وهی بنت ست سنین كان من خصائصه۔"[41]

لیکن مولانا وحید الدین خاں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ توجیہ غیر منطقی ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کے خصائص اس کے پیغمبر خدا ہونے کے اعتبار سے ہوتے ہیں نہ کہ کسی اور اعتبار سے۔ چنانچہ کسی اور پیغمبر سے اس قسم کا نکاح ثابت نہیں۔"[42]

موجودہ زمانہ میں علماء نے مختلف انداز میں اس مسئلہ کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔ مولانا سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء) نے اپنی کتاب "سیرت عائشہؓ" میں اس مسئلہ کا دفاع اس انداز میں کیا ہے کہ اس کم سنی کی شادی کا اصل منشاء نبوت اور خلافت کے درمیان تعلقات کی مضبوطی تھا۔ عرب علاقے کی گرم آب وہوا کے علاوہ ممتاز اشخاص کی غیر معمولی استعداد دھنی اور ذہنی بھی کارفرما تھی۔ لیکن مولانا وحید الدین خاں اس رائے سے بھی اتفاق نہیں کرتے جو غلام احمد پرویز نے "طاہرہ کے نام خطوط" میں اس شادی کے بارے رائے قائم کی ہے کہ عربوں میں رشتہ سے پہلے رشتہ کی بات کر لینے کا رواج تھا۔ جیسے ہمارے ہاں منگنی اور نسبت کا تصور ہے۔ مولانا کے مطابق جب احادیث میں نکاح کا لفظ آیا ہے تو پھر ہمیں اسی لفظ کو اختیار کرنا چاہیے۔ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی (۱۹۲۴ء-۱۹۹۱ء) نے اپنی کتاب "عمر عائشہؓ" میں ایک دوسرے انداز سے اس کا دفاع کیا ہے۔ مولانا وحید الدین خاں اس استدلال کو سراسر غیر معقول قرار دیتے ہوئے اس نکاح کی حکمت یوں بیان کرتے ہیں:

"عائشہ صدیقہؓ اس وقت اپنی عمر کے اس حصہ میں تھیں جس کو تشکیلی دور (dormative period) کہا جاتا ہے۔ نفسیات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ قریبا دس سال کی عمر تک ہر مرد اور عورت کا ذہن بڑی حد تک بن جاتا ہے۔ اس کی کنڈیشننگ اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ بعد کے مرحلہ میں اس کو توڑنا بے حد مشکل ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کے والد ابو بکر صدیقؓ نے اسی راز کو سمجھا۔ انہوں نے سوچے سمجھے نقشہ کے مطابق، اپنی ذہین صاحبزادی کا نکاح کم عمری میں پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ کر دیا۔ یہ کام خلیفہ اول ابو بکر صدیقؓ کی کامل رضامندی کے تحت پیش آیا۔ اس میں بیک وقت گہرا اخلاص بھی شامل تھا اور اس کے ساتھ اعلیٰ ہوش مندی بھی۔"[43]

iv. جاوید احمد غامدی:

صغر سنی کی شادی کے بارے جاوید احمد غامدی (پ: ۱۷اپریل ۱۹۵۲ء) کا مؤقف علیحدہ سے تو موجود نہیں ہے لیکن "سیدہ عائشہؓ کی عمر" کے تحت جاوید احمد غامدی اپنی کتاب "مقامات" میں بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ کا جب نکاح ہوا تو ان کی عمر ۸ سال اور رخصتی کے وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔ یہ روایات بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ جاوید احمد غامدی کے مطابق اس طرح کی مثالیں دیہاتی اور قبائلی تمدن کی بعض ضرورتوں کے تحت موجود ہیں لیکن اس معاملے میں خاص طور پر یہ سوال ہر صاحب نظر کے ذہن میں خلجان پیدا کرتا ہے کہ اس نکاح کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ سیدہؓ کا رشتہ مطعم بن عدی سے طے کر چکے تھے۔ سیدہ خدیجہؓ کی رفاقت سے محرومی کے بعد حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے آپؐ کو توجہ دلائی کہ آپؐ شادی کر لیں:

"یارسول الله ﷺ !اکانی اراک قد دخلتک خلة لفقد خدیجه۔۔۔آفلا اخطب علیک؟"[44] آپؐ کے پوچھنے پر حضرت

خولہ بنت حکیمؓ نے بتایا کہ آپؐ چاہیں تو کنواری بھی ہے اور شوہر دیدہ، آپؐ نے پوچھا کنواری کون ہے تو انہوں نے وضاحت کی کہ کنواری سے ان کی مراد عائشہ بنت ابی بکرؓ ہیں۔[45]

جاوید احمد غامدی ان روایات کو بیان کرنے کے بعد سوال اٹھاتے ہیں:

> "بیوی کی ضرورت زن وشو کے تعلق کے لیے ہو سکتی ہے۔ دوستی اور رفاقت کے لیے ہو سکتی ہے۔ بچوں کی نگہداشت اور گھر بار کے معاملات دیکھنے کے لیے ہو سکتی ہے۔ یہ تجویز اگر بقائمی ہوش وحواس پیش کی گئی تھی تو سوال یہ ہے کہ چھ سال کی ایک بچی ان میں سے کون سی ضرورت پوری کر سکتی تھی؟ کیا اس سے زن وشو کا تعلق قائم کیا جا سکتا تھا؟ کیا اس سے بیوی کی رفاقت میسر ہو سکتی تھی؟ کیا وہ بچوں کی نگہداشت کر سکتی تھی؟ کیا گھر بار کے معاملات سنبھال سکتی تھی؟[46]

جاوید احمد غامدی مقدمہ ابن خلدون کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ تاریخی واقعات کی روایت میں اصلی اہمیت امکان وقوع کی ہے۔ یہ محض اس بنیاد پر قبول نہیں کیے جا سکتے کہ ان کی سند میں فلاں اور فلاں ہے اور یہ متعدد طریقوں سے نقل کیے گئے ہیں۔[47]

جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

> "اس وقت جو اہل علم اس موضوع پر داد تحقیق دے رہے ہیں، انہیں سب سے پہلے اس سوال کا جواب دینا چاہیے۔ انہیں بتانا چاہیے کہ روایت کا یہ داخلی تضاد کس طرح دور کیا جائے گا؟ اور اگر دور نہیں کیا جا سکتا ہے تو علم وعقل یہ تقاضا کیوں نہیں کرتے کہ چھ سال کی عمر میں نکاح کی روایت کو محلِ نظر ٹھہرایا جائے اور ان اہل علم کی رائے پر بھی غور کر لیا جائے جو یہ کہتے ہیں کہ "بنت ست" کے بعد "بعد العشر" کا مفہوم سیدہؓ کی گفتگو میں مقدر تھا۔ جسے راویوں نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی؟ اس سوال سے تعرض کیے بغیر جو تحقیق بھی پیش کی جائے گی، وہ کسی صاحب نظر کے لیے ہرگز لائق التفات نہیں ہو سکتی۔"[48]

مبحث سوم: صغر سنی کی شادی پر جمہور کے افکار

1. قرآنی تذکرہ اور جمہور کے افکار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَٱلَّٰٓـِٔي يَئِسۡنَ مِنَ ٱلۡمَحِيضِ مِن نِّسَآئِكُمۡ إِنِ ٱرۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَٰثَةُ أَشۡهُرٖ وَٱلَّٰٓـِٔي لَمۡ يَحِضۡنَ[49]
>
> (اور وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، ان کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح ان کی جنہیں ابھی حیض نہیں آیا۔)

اس آیت قرآنی کی تفسیر میں جمہور کے اقوال درج ذیل ہیں:۔

امام سرخسیؒ (۴۰۰ھ-۴۸۳ھ) نے صراحت سے لکھاہے:

"بین اللہ تعالی عدۃ الصغیرۃ وسبب العدۃ النکاح وذلک دلیل تصور النکاح الصغیرۃ"[50]

امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں لکھا کہ نابالغ لڑکی سے نکاح نہ صرف جائز ہے بلکہ اس پر امت کا اتفاق ہے۔علامہ ابن کثیر (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے بھی اس سے مراد وہ صغیرہ لیا ہے جو ابھی حیض کی عمر کو نہ پہنچی ہوں۔

اس آیت کی تشریح میں مفتی تقی عثمانی (پ:۱۳اکتوبر ۱۹۴۳ء) بیان کرتے ہیں:

"اس آیت میں ان لڑکیوں کی عدت بیان کی گئی ہے جنہیں ابھی حیض نہیں آیا۔ظاہر ہے کہ عدت کا سوال تو تب ہی پیدا ہوتا ہے جب کہ پہلے نکاح، رخصتی اور طلاق ہو چکی ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی نگاہ میں بلوغ سے قبل بھی نکاح ہو سکتا ہے اور وہ شریعت کی نگاہ میں معتبر بھی ہے۔"[51]

اس آیت کی تشریح میں مولانا عمر احمد عثمانی نے عربی قاعدہ "لم" کے حوالہ سے اپنی رائے یوں بیان کی ہے:

"لم یحضن میں شدت زیادہ ہے۔یہ لفظ اس وقت استعمال ہو گا جب مقابلہ میں کوئی شخص اس کا دعویٰ کر رہا ہو کہ حیض آگیا ہے یا کم از کم اقتضائے حال کا تقاضا ہو کہ انہیں حیض آگیا ہو۔اس دعویٰ کے مقابلہ میں لم یحضن انکار اور جحود بولا جائے گا۔جو لڑکیاں بالغ ہو چکی ہیں وہاں اقتضائے حال کا تقاضا بلکہ ادعا یہ ہوتا ہے کہ انہیں ماہواری آتی ہے۔اس ادعا کی تردید "ماحضن" کے لفظ سے نہیں ہو سکتی۔اس کے انکار اور جحود کے لیے لم یحضن کہنا ضروری ہے۔اس کے برعکس جو لڑکیاں کمسن اور نابالغ ہیں ان کے سلسلے میں نہ یہ دعویٰ موجود ہے کہ انہیں ماہواری آتی ہے اور نہ ہی اقتضائے حال کا تقاضا یا ادعا ہے۔لہٰذا وہاں لم یحضن کہنا اصولی طور پر غلط اور خلاف وضاحت ہے۔"[52]

مفتی تقی عثمانی اس دلیل کے اعتراض میں قرآن سے تین حوالے پیش کرتے ہیں جہاں لفظ "لَمْ" کا استعمال ہوا:

"۱۔أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ[53] (کیا اللہ نے تمہیں یتیم نہیں پایا تھا، پھر تمہارا ٹھکانہ بنایا تھا۔)

اس میں بھی اقتضائے حال کا یہ تقاضا تھا یا ادعا ثابت کرنا پڑے گا کہ حضورؐ یتیم نہ تھے۔یا کسی شخص کا انکار و جحود ثابت کرنا پڑے گا کہ کوئی شخص آپؐ کے یتیم ہونے سے انکار کر رہا تھا۔اس لیے اس کے جواب میں "لم" لایا گیا ہے۔کیا اس 'اقتضائے حال' یا 'انکار و جحود' کو ثابت کرنے کی کسی میں ہمت ہے۔

۲۔ قرآن میں ہے کہ کافر اپنے جہنمی ہونے کا سبب بیان کریں گے۔

﴿قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ ٱلْمِسْكِينَ﴾[54]

(ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔)

یہاں کون ان کے مقابلہ میں ان کے نماز پڑھنے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ جس کا ترکی بہ ترکی جواب دینے کے لیے "لم" کا لفظ استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی؟

۳۔ اسی طرح قرآن کریم میں معتبر گواہوں کی تعداد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَٱمْرَأَتَانِ[55]

(اور اگر وہ (گواہ) دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ہی سہی)

یہاں کون اس بات پر بضد تھا کہ دو "مرد گواہ ہر وقت مل سکتے ہیں" جس کے جواب میں لم لایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ: لم "کا لفظ استعمال کرنے کے لیے کسی کا انکار وجود یا حال کا مخالف تقاضا ہر گز ضروری نہیں۔ جیسے کہ آپ نے قرآن کی مذکورہ بالا آیتوں میں ملاحظہ فرمایا۔ " لم " محض تاکید نفی کے لیے آتا ہے، بلکہ یہ تاکید بھی کبھی مقصود نہیں محض کلام کا حسن بڑھانے کے لیے بھی "ما" کی بجائے " لم "استعمال کر لیا جاتا ہے۔"[56]

2. حدیث میں نکاح صغیر کے واقعات:

علامہ ابو بکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں محمد بن اسحٰقؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے صاحب زادہ سلمہؓ کا نکاح خود رسول اللہ ﷺ نے بہت چھوٹی عمر میں حضرت حمزہؓ کی چھوٹی بچی سے کر دیا تھا۔

"عن عبداللہ بن شداد قال:کان الذی زوج رسول اللہ ﷺ ام سلمہ ابنہا سلمہ فزوجہ رسول اللہ ﷺ بنت حمزہؓ وھما صبیان صغیران فلم یجتمعا حتی ماتا۔ فقال رسول اللہ ﷺ ھل جزیت سلمہ بتزویجہ ایای امہ"[57]

(رسول اللہ ﷺ نے سلمہؓ کا نکاح حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے کرا دیا۔ اس وقت یہ دونوں چھوٹے سے بچے تھے۔ پھر وہ دونوں جمع نہیں ہوئے یہاں تک کہ دونوں کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا۔)

اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے:

"عن عروہ تزوج النبی ﷺ عائشہ و ھی بنت ست سنین وبنی بھا وھی بنت تسع ومکثت عندہ تسعا۔"[58]

حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے اس وقت نکاح فرمایا جب کہ ان کی کل عمر بعض روایات کے مطابق چھ اور بعض کے مطابق سات سال تھی اور رخصتی آٹھ یا نو سال کی عمر میں ہوئی اور وہ آپؐ کے ساتھ نو برس رہیں۔)

3. اجماع امت:

صغر سنی کی شادی کے جواز پر پوری امت کا اجماع ہے۔ علامہ ابو بکر جصاصؒ فرماتے ہیں:

"وفی هذه الاية دلالة ايضا على ان للاب تزويج ابنته الصغيرة من حيث دلت على جواز تزويج سائر الاولياء اذ كان هو اقرب الاولياء ولا تعلم فی جواز ذلک خلافا بين السلف والخلف من فقهاء الامصار۔"[59]

(اس آیت سے اس بات پر بھی رہنمائی ملتی ہے کہ باپ کو اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ اس لیے کہ اس آیت سے تمام اولیاء کے لیے نکاح کرانے کا جواز معلوم ہوتا ہے تو باپ کا جو تمام اولیاء میں قریب ترین ہے اس کا بدرجہ اولیٰ، اور ہمیں اس مسئلہ میں سلف اور خلف کے فقہاء میں سے کسی خطہ کے فقیہ کا کوئی اختلاف نظر نہیں آیا۔)

اسلامی فقہ کے مطابق بلوغت کو شادی کی عمر قرار دیا گیا ہے۔ کم عمری کی شادی صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ولی اس شادی کو منعقد کرے اور یہ شادی بچے کے مفاد کے خلاف نہ ہو۔ جمہور فقہاء جن میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی شامل ہیں، ان کی سب سے بڑی دلیل حضور اکرم ﷺ کی حضرت عائشہؓ سے شادی ہے جو صغر سنی میں انجام پائی تھی اور یہ شادی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو کہ حضرت عائشہؓ کے ولی تھے، کے ہاتھوں انجام پائی۔[60]

یہ فقہاء سورۃ الطلاق آیت ۴ کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اس آیت میں ایک ایسی عورت کی عدت کا ذکر ہے جس کو حیض نہ آتا ہو اور ایسی خواتین میں بزرگ اور بچیاں دونوں شامل ہیں۔ اس سے یہ استنباط کیا جاتا ہے کہ بچپن کی شادی درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ایک بچی کی عدت کا ذکر کیا ہے۔[61]

فقہاء صغر سنی کی شادی کی دلیل کے لیے قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہیں:

وَأَنكِحُواْ ٱلۡأَيَٰمَىٰ مِنكُمۡ وَٱلصَّٰلِحِينَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَإِمَآئِكُمۡۚ إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ[62]

(اور اپنی قوم کے ایامیٰ کا نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا اور خدا (بہت) وسعت والا اور (سب کچھ) جاننے والا ہے۔)

اس آیت میں ایامی کالفظ استعمال کیا گیاہے۔ جس کا واحد "ایم" ہے۔اس سے مراد ایک غیر شادی شدہ عورت ہے چاہے وہ بالغ ہو یانابالغ۔[63]

اجماع صحابہؓ سے بھی نابالغ نکاح کی صحت ثابت ہے۔روایت کے مطابق حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی نابالغوں سے نکاح کیا۔[64] شافعی اور حنبلی فقہاء کی ایک روایت کے مطابق ولی کے پاس صرف اس صورت میں نابالغہ کے نکاح کا اختیار ہے اگر وہ کنواری ہو،ایک شوہر دیدہ نابالغہ کا نکاح ولی نہیں کر سکتا بلکہ بلوغت کے بعد ایسی بچی اپنے نکاح کا فیصلہ خود کرے گی۔[65]

مفتی محمد شفیعؒ(۱۸۹۷ء-۱۹۷۶ء) سورۃ النساء آیت ۳ کی تشریح میں نکاح نابالغہ کا مسئلہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"اس آیت میں یتامیٰ سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں اور اصطلاح شرح میں یتیم اس لڑکی یالڑکے کو کہا جاتاہے،جو ابھی بالغ نہ ہو۔اس لیے اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یتیم لڑکی کے ولی کو یہ بھی اختیار ہے کہ بحالت صغر سنی بلوغ سے پہلے ہی اس کا نکاح کر دے۔البتہ لڑکی کی مصلحت اورآئندہ فلاح وبہبود پیش نظر رہے۔ایسانہ ہو جیسے بہت سی برادریوں میں رائج ہے کہ بڑی لڑکی کا نکاح چھوٹے بچے سے کر دیا۔عمروں کا تناسب نہ دیکھایالڑکے کے حالات وعادات کا جائزہ نہ لیا،ویسے ہی نکاح کر دیا۔"[66]

نابالغہ عورت کی عدت کے بارے الردالمختار میں مذکور ہے:

"جس عورت کوکم عمر ہونے کی وجہ سے حیض نہیں آتا بایں طور پر کہ اس کی عمر نو سال سے کم ہو،اس کی عدت تین ماہ ہے یاجو عورت بوڑھی ہو اور سن یاس کو پہنچ چکی ہو،اس کی عدت بھی تین ماہ ہے یاجو عورت بالغہ ہوچکی ہو اور بار بار حیض آنے کے بعد اس کا طہر دائم ہو اور بوڑھی ہونے تک اس کو دوبارہ حیض نہ آیاہو،اس کی عدت بھی تین ماہ ہے اور مہینوں کا اعتبار چاند کی تاریخوں کے حساب سے ہو۔"[67]

مولانامودودی(۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء) سورہ طلاق کی آیت ۴ کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

"حیض خواہ کم سنی کی وجہ سے نہ آیاہو،یااس وجہ سے کہ بعض عورتوں کو بہت دیر میں حیض آنا شروع ہوتاہے۔اور شاذونادر ایسا بھی ہوتاہے کہ کسی عورت کو عمر بھر نہیں آتا۔بہر حال تمام صورتوں میں ایسی عورت کی عدت وہی ہے جو آئسہ عورت کی عدت ہے۔یعنی طلاق کے وقت سے تین مہینے۔[68]

مزید لکھتے ہیں:

"اس جگہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ قرآن مجید کی تصریح کے مطابق عدت کا سوال اس عورت کے معاملے میں پیدا ہوتاہے جس سے شوہر خلوت کر چکاہو،کیونکہ خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں سرے سے کوئی عدت ہے ہی نہیں (الاحزاب:۴۹)اس لیے ایسی لڑکیوں کی عدت بیان کرنا جنہیں

حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، صریحا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس عمر میں نہ صرف لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ بلکہ شوہر کا اس کے ساتھ خلوت کرنا بھی جائز ہے۔اب یہ بات ظاہر ہے کہ جس چیز کو قرآن نے جائز قرار دیا ہو، اسے ممنوع قرار دینے کا کسی مسلمان کو حق نہیں پہنچتا۔"[69]

مولانا محمد رضی الاسلام ندوی(پ:۷۔۲ مئی ۱۹۶۴ء)اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"مناسب یہ ہے کہ بلوغت سے قبل شادی کی حوصلہ شکنی کی جائے اور ضرورت ہو تو اس پر پابندی عائد کر دی جائے، لیکن بلوغت کے بعد لڑکوں اور لڑکیوں کو قانونی طور پر شادی کی اجازت ہونی چاہیے۔اگر بلوغت کے بعد بھی شادی پر پابندی عائد کی جائے گی اور اس کے لیے قانون بنایا جائے گا تو اس سے اس پر روک تو نہیں لگے گی۔ البتہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بغیر شادی کے جنسی تعلقات کی طرف مائل ہوں گے۔اس کے نتیجے میں سماج میں جو فساد برپا ہو گا،وہ کمسنی کی شادی کی مضرتوں سے کہیں بڑھ کر ہو گا۔"[70]

پاکستانی قانون کے مطابق لڑکے کی عمر ۱۸ سال اور لڑکی کی عمر ۱۶ سال ہے۔کم سے کم عمر کے تعین میں دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس سے قبل جسمانی اور نفسیاتی پختگی نہیں آتی۔ جنسی اعضاء کم عمری میں عملِ مجامعت کا بار اٹھانے کے لیے پوری طرح تیار نہیں ہوتے۔ جبکہ جمہور فقہاء حنفی،مالکی،شافعی اور حنبلی بچپن کی شادی کو درست قرار دیتے ہیں۔ابن شبرمہ،عثمان البتی(م:۱۳۲ھ)،ابو بکر وغیرہ نابالغ کی شادی کو باطل قرار دیتے ہیں۔ہندوستان میں بھی گذشتہ ایک صدی میں کم از کم عمر کے سلسلے میں مختلف قوانین بنائے گئے۔برٹش انڈیا میں Child Marriage Restraint Act 1929 منظور کیا گیا جس میں شادی کے لیے لڑکے کی کم از کم عمر ۱۸ برس اور لڑکی کی ۱۴ برس قرار دی گئی۔۱۹۴۹ء میں Sarda Act منظور کیا گیا جس میں لڑکے کی کم از کم عمر ۱۸ برس اور لڑکی کی ۱۵ برس کر دی گئی۔۱۹۷۸ء میں لڑکے کی عمر ۲۱ برس اور لڑکی کی ۱۸ برس کر دی گئی۔۲۰۰۶ء میں The Prohibition of Child Marriage Act میں ۲۱ برس اور ۱۸ برس عمر برقرار رکھی گئی۔۲۰۲۱ء میں The Prohibition of Child Marriage Act (Amendment) bill 2020 میں لڑکیوں کی عمر بھی ۲۱ برس قرار دی گئی ہے۔

صغر سنی کی شادی کے لیے بنائے جانے والے قوانین کے بارے مولانا مودودیؒ کی رائے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے:

"کم سنی کی شادیاں روکنے کے لیے کسی قانون کی حاجت نہیں اور اس کے لیے ۱۸ سال اور ۱۵ سال کی عمر مقرر کر دینا بالکل غلط ہے۔ ہمارے ملک میں ۱۸ سال کی عمر سے بہت پہلے ایک لڑکا جسمانی طور پر بالغ ہو جاتا ہے اور لڑکیاں بھی ۱۵ سال سے پہلے جسمانی بلوغ کو پہنچ جاتی ہیں۔ان عمروں کو ازروئے قانون نکاح کی کم سے کم عمر قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں اس سے کم عمر

والے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی پر اعتراض ہے۔ کسی دوسرے طریقے سے جنسی تعلقات پیدا کر لینے پر کوئی اعتراض نہیں۔ شریعت اسلام نے اس طرح کی مصنوعی حد بندیوں سے اسی لیے احتراز کیا ہے کہ یہ درحقیقت بالکل غیر معقول ہیں۔ اس کے بجائے یہ بات لوگوں کو اپنے ہی اختیار تمیزی پر چھوڑ دینی چاہیے کہ وہ کب نکاح کریں اور کب نہ کریں۔ لوگوں میں تعلیم اور عقلی نشوونما کے ذریعہ سے جتنا زیادہ شعور پیدا ہو گا اسی قدر زیادہ صحیح طریقہ سے وہ اپنے اختیار تمیزی کو استعمال کریں گے اور کم سنی کے نامناسب نکاحوں کا وقوع، جو اب بھی ہمارے معاشرے میں کچھ بہت زیادہ نہیں ہے، روز بروز کم تر ہوتا چلا جائے گا۔ شرعاً ایسے نکاحوں کو جائز صرف اسی لیے رکھا گیا ہے کہ بسا اوقات کسی خاندان کی حقیقی مصلحتیں اس کی متقاضی ہوتی ہیں۔ اس ضرورت کی خاطر قانوناً اسے جائز ہی رہنا چاہیے اور اس کے نامناسب رواج کی روک تھام کے لیے قانون کے بجائے تعلیم اور عام بیداری کے وسائل پر اعتماد کرنا چاہیے۔ معاشرے کی ہر خرابی کا علاج قانون کا لٹھ ہی نہیں ہے۔"[71]

"صغر سنی کی شادی پر عدالتی فیصلے کا جائزہ" کے عنوان سے ڈاکٹر شہزاد اقبال شام نے ماہنامہ "الشریعہ" گوجرانوالہ (اپریل، مئی ۲۰۲۲ء کے شمارہ جات) میں عدالتی فیصلے پر نقد کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ صغر سنی کی شادی کے حوالے سے اسلام پر اعتراضات محض اسلام دشمنی کے عکاس ہیں۔ دنیا کے دیگر ممالک اور ریاستوں میں عمر کی تحدید نہیں لگائی گئی۔ انہوں نے کئی ممالک اور ریاستوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ان ممالک میں شادی کے لیے ۱۸ سال کی تحدید نہیں ہے۔[72]

ستمبر ۲۰۲۵ء کے ماہنامہ "عالمی ترجمان القرآن" میں عمران شفیق، کم سنی کی شادی اور امتناعی قانون: ایک جائزہ میں رقم طراز ہیں:

> "ہماری رائے میں ریاست نے بیرونی دباؤ پر شخصی و عائلی قوانین میں آئے روز کی مداخلت سے مسلمانوں کے عائلی قوانین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ عائلی یا شخصی قوانین میں مداخلت آئین پاکستان کی بنیاد قرارداد مقاصد، آئین پاکستان خصوصاً دفعات ۲-اے، ۳۵ اور ۲۲۷، اور اس پر مبنی پورے قانونی نظام کی صریح خلاف ورزی اور مسلمان شہریوں کے بنیادی حقوق کی پامالی ہے۔۔۔ خاندان کے ادارے اور خاندانی نظام کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے لیکن بدقسمتی سے آج خاندان کے ادارے کو سب سے بڑا خطرہ ریاست اور ریاستی اداروں کی سوشل انجینئرنگ سے ہے۔ جس کے ذریعے سیکولر مغربی طرز زندگی کو پوری قوم پر مسلط کیا جارہا ہے۔ یہ ریاستی طاقت کا مجرمانہ استعمال ہے جس کا تدارک ایک شرعی فریضہ ہے۔"[73]

خلاصہ بحث:

مولانا عمر احمد عثمانی صغر سنی کی شادی کے قائل ہی نہیں ہیں۔ لیکن سورہ طلاق آیت ۴ کے تحت مفسرین کی رائے یہی ہے کہ اس آیت کے مطابق صغر سنی کی شادی جائز ہے۔ جمہور فقہاء کا مؤقف ہے کہ احادیث، اجماع صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہے

کہ نکاح کے لیے بلوغت شرط نہیں۔نابالغ بچے یا بچی کا ولی،باپ،دادا،بلکہ اس کے عصبہ (مرد رشتہ دار جن سے خونی رشتہ ہو) اس کا نکاح کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔باپ اور دادا کی ولایت میں نابالغ بچی کا نکاح اگر غیر کفو میں کیا گیا ہو،یا ولی کی بد نیتی ثابت ہو جائے تو عدالت اسے کالعدم قرار دے سکتی ہے۔لیکن لڑکی کو بلوغت کے بعد خود اپنا نکاح منسوخ کرنے کا اختیار نہیں ہے سوائے یہ کہ وہ خلع کا تقاضا کرے۔تاہم ولی اگر باپ اور دادا کے علاوہ دیگر عصبہ ہوں تو لڑکی بلوغت کے بعد اپنا نکاح فسخ کرنے کا اختیار رکھتی ہے،جسے خیار بلوغ کہا جاتا ہے۔فقہاء اس کے بھی قائل ہیں کہ نابالغ بچی سے نکاح کے بعد ازدواجی تعلق بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔معاشرے میں بچیوں کے نکاح کے حوالے سے کچھ قباحتیں بھی موجود ہیں۔کچھ طبقات اور علاقوں میں لڑکیوں کو نکاح کے نام پر بیچا جاتا ہے۔مفلسی کی وجہ سے ان کی جلد شادی کر کے ان کے اخراجات کے بوجھ سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔جھگڑے نمٹانے کے لیے ونی کی رسم کے تحت انہیں بطور تاوان دشمن کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔خاندانوں میں وٹے سٹے کے نام پر ان کی مرضی کے خلاف نکاح کر دیا جاتا ہے۔بعض اوقات ان کا نکاح قرآن سے بھی کر دیا جاتا ہے۔طبی رپورٹوں سے یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ کم عمری کی شادی سے زچہ اور بچہ کی صحت سخت متاثر ہوتی ہے۔دنیا کے بیشتر ممالک میں لڑکا اور لڑکی دونوں کے نکاح کی عمر کم و بیش ۱۸ سال اور ۱۶ سال مقرر کی گئی ہے۔پاکستان کے عائلی قانون میں بھی یہی عمر مقرر کی گئی ہے لیکن اہل علم کے طبقات عمر کی اس تحدید پر معترض ہیں۔ان کے نزدیک جب شریعت نکاح کے لیے عمر کی تحدید نہیں کرتی تو پھر کسی اتھارٹی کو حق حاصل نہیں کہ وہ اس کی تحدید کرے۔پاکستان میں اس ضمن میں مختلف صوبوں نے قانون سازی کی جیسا کہ سندھ چائلڈ میرج ریسٹرنٹ(Child Marriage Restraint Amendment)ایکٹ ۲۰۱۳ء میں لڑکیوں کی عمر بھی ۱۸ سال کی گئی۔پنجاب چائلڈ میرج ریسٹرنٹ(Child Marriage Restraint Amendment Act 2015)ایکٹ ۲۰۱۵ء میں لڑکیوں کے لیے شادی کی عمر ۱۶ سال جب کہ رخصتی کے لیے ۱۸ سال مقرر کی گئی۔پاکستان میں شادی کی کم از کم عمر ۱۸ سال کرنے کا بل ۲۰۱۹ء میں ایوان بالا اور ایوان زیریں میں پیش کیا گیا۔اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۸ سال سے کم عمری کی شادی پر پابندی کا سینٹ اور قومی اسمبلی سے منظور شدہ بل مسترد کر دیا۔اسلامی نظریاتی کونسل کے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق اٹھارہ سال سے کم عمری کی شادی کو زیادتی قرار دینے اور اس پر سزائیں مقرر کرنے کی شقیں اسلامی احکام سے مطابقت نہیں رکھتیں۔کونسل نے خیبر پختونخواہ حکومت کے ارسال کردہ امتناع ازدواج اطفال بل 2025ء کو بھی شریعت سے متصادم قرار دیا۔کونسل نے مؤقف اختیار کیا ہے کہ اس مسئلے پر قانون سازی کی بجائے عوام میں آگاہی پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ کم عمری کی شادی منفی نتائج پیدا کرتی ہے۔کم سنی کی شادی اور

نکاح کا ثبوت شریعت میں موجود ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ تناظر میں اس کے استعمال کے لیے "بلوغ" کی شرط کو نافذ کیا جانا ضروری ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کم سنی کی شادی کی اجازت کے ضمن میں مذکور قباحتوں کو فروغ ملنا شروع ہو جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1]-Al-Nisā', 4:3.

[2]-Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb man lam yastaṭi' al-Bā'a fa-liyaṣum, Ḥadīth No. 4677.

[3]-*Sunan Ibn Māja*, Bāb mā jā'a fī Faḍl al-Nikāḥ, Ḥadīth No. 1846.

[4]-al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb al-Targhīb fī al-Nikāḥ, Ḥadīth No. 5063.

[5]-Al-Ṭabarānī, *Al-Mu'jam al-Awsaṭ* (Cairo: Dār al-Ḥaramayn, 1415 AH), 8:335.

[6]-Shāh Walī Allāh, *Ḥujjat Allāh al-Bāligha* (Beirut: Dār Iḥyā' al-'Ulūm, 1992), 2:331.

[7]-Al-Mā'ida, 5:5.

[8]-Al-Rūm, 30:21.

[9]-Al-Nisā', 4:1.

[10]- Al-Ṭabarīzī, Khaṭīb, *Mishkāt al-Maṣābīḥ*, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb al-Walī fī al-Nikāḥ wa Istīdhān, Ḥadīth No. 3138.

[11]-صغر سنی سے مراد پیدائش سے لے کر بلوغت سے قبل کا دور ہے۔

[12]-*Sunan al-Tirmidhī*, Abwāb al-Nikāḥ, Bāb mā jā'a fī Ik'rāh al-Yatīm 'alā al-Tazwīj, Ḥadīth No. 1109.

[13]-Nadwī, Raḍī al-Islām Muḥammad, "Kam Sunnī kī Shādī, Islām kā Nuqṭa-yi Nazar," *Taḥqīqāt Islāmī*, April–June 2023, 15–16.

[14]-Khālid Muṣṭafā, "Mumtaẓ 'Ālim Dīn, Muṣannif, 'Arabī Shā'ir, Taḥrīk-e-Pākistān ke Sargarm Kārkun, Mashriqī Pākistān mein Pākistān kā Parcam Lahrayā, Shaykh al-Ḥadīth Dār al-'Ulūm Islāmīya Ṭanḍwala Yār, Maulānā Ashraf 'Alī Thānavī's Bhānje aur Ham-zulf, Darjanon 'Arabī Kutub ke Mu'allif (5 October 1892–8 December 1974)," in *Wafiyāt Pākistānī Ahl-e-Qalam 'Ulamā'* (Islamabad: Urdu Asnāf Publications, 2018), 126.

[15]-Al-Nisā', 4:6.

[16]- 'Uthmānī, 'Umar Aḥmad, Maulānā, *Fiqh al-Qur'ān* (Karachi: Idāra Fikr Islāmī, 2002), 2:108.

[17]-Ibid., 110.

[18]- Al-Sharbīnī, Maḥmūd, Dr., *Al-Qaḍā' fī al-Islām* (Cairo: Al-Hay'a al-Miṣrīya al-'Āmma lil-Kitāb, 1999), 67.

[19]-*Aḥkām al-Qur'ān*, 2:64.

[20]-Ibid., 2:110.
[21]-Al-Nisā’, 4:6.
[22]-Al-Nisā’, 4:3.
[23]-Al-Nisā’, 4:19.
[24]-Parwīz, Ghulām Aḥmad, *Ṭāhira ke Nām Khuṭūṭ* (Lahore: Ṭalū‘ Islām Trust, 2007), 50–51.
[25]-Ibid., 211.
[26]-Al-Nisā’, 4:6.
[27]-Auj, Muḥammad Shakīl, Dr., *Nisā’iyāt* (Karachi: Kuliya Ma‘ārif Islāmīya Jāmi‘a Karachi, 2012), 38.
[28]-Al-Ālūsī, Sayyid Maḥmūd, *Rūḥ al-Ma‘ānī* (Multan: Maktaba Imdādīya, n.d.), 4:204.
[29]-Al-Nisā’, 4:3.
[30]- ترجمہ ڈاکٹر محمد شکیل اوج کی کتاب سے لیا گیا ہے۔
[31]-*Nisā’iyāt*, 39–40.
[32]-Al-Nisā’, 4:19.
[33]-Al-Baqara, 2:228.
[34]-*Nisā’iyāt*, 40.
[35]-Al-Baqara, 2:223.
[36]-Al-Baqara, 2:222.
[37]-*Nisā’iyāt*, 42.
[38]-Al-Ṭalāq, 65:4.
[39]-*Nisā’iyāt*, 42–43.
[40]-Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Nikāḥ al-Rajul Walad al-Ṣughār, Ḥadīth No. 5133.
[41]-Ibn Ḥajar al-‘Asqalānī, Aḥmad ibn ‘Alī, *Fatḥ al-Bārī* (Lahore: Dār Nashr al-Kutub al-Islāmīya, 1420 AH), 9:97.
[42]-Khān, Waḥīd al-Dīn, Maulānā, *‘Aurāt Memār Insānīyat* (Lahore: Maktaba Qāsim al-‘Ulūm, n.d.), 116.
[43]-Khān, *‘Aurāt Memār Insānīyat*, 123.
[44]-Ibn Sa‘d, Muḥammad ibn ‘Abd al-Malik, *Al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīya, n.d.), 8:57.
[45]-Ibn Ḥanbal, Abū ‘Abd Allāh Aḥmad, *Musnad Aḥmad* (Cairo: Mu’assasat Qurṭuba, n.d.), Ḥadīth No. 25810, 6:210.
[46]-Ghāmidī, Jāwid Aḥmad, *Maqāmāt* (Lahore: Al-Mawrid, 2019), 392.

[47]-Ibn Khaldūn, Walī al-Dīn ʻAbd al-Raḥmān ibn Muḥammad, *Muqaddima Ibn Khaldūn* (Damascus: Dār al-ʻArab, 2003), 1:128.
[48]-Ghāmidī, *Maqāmāt*, 93.
[49]-Al-Ṭalāq, 65:4.
[50]-Al-Sarakhsī, *Al-Mabsūṭ*, 4:387.
[51]-Taqī ʻUthmānī, Muftī, *Hamāre ʻĀʼīlī Masāʼil* (Karachi: Dār al-Ishāʻat, 1413 AH), 158.
[52]-ʻUthmānī, ʻUmar Aḥmad, *Fiqh al-Qurʼān* (Karachi: Idāra Fikr Islāmī, 1988), 2:112–113.
[53]-Al-Ḍuḥā, 93:3.
[54]-Al-Muddaththir, 74:43–44.
[55]-Al-Baqara, 2:282.
[56]-Taqī ʻUthmānī, *Hamāre ʻĀʼīlī Masāʼil*, 187–188.
[57]-Al-Jaṣṣāṣ, Abū Bakr Aḥmad ibn ʻAlī, *Aḥkām al-Qurʼān*, ed. Muḥammad al-Ṣādiq Qamḥāwī (Beirut: Dār Iḥyāʼ al-Turāth al-ʻArabī, 1994), 2:66.
[58]-Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb man Banā bi-Amraʼat wa Hiya Bint Tisʻ Sinīn, Ḥadīth No. 5158.
[59]-Al-Jaṣṣāṣ, Abū Bakr Aḥmad ibn ʻAlī al-Rāzī, *Aḥkām al-Qurʼān*, ed. Muḥammad al-Ṣādiq Qamḥāwī (Beirut: Dār Iḥyāʼ al-Turāth al-ʻArabī, 1994), 1:64.
[60]-Al-Sarakhsī, Abū Bakr Muḥammad ibn Aḥmad, *Kitāb al-Mabsūṭ*, Bāb Nikāḥ al-Ṣaghīr wa al-Ṣaghīra (Beirut: Dār al-Fikr lil-Ṭibāʻa wa al-Nashr wa al-Tawzīʻ, 1421 AH), 4:387–388.
[61]-Shabīlī, Muḥammad Muṣṭafā, *Aḥkām al-Usrā fī al-Islām* (Beirut: Dār al-Jāmiʻīya lil-Ṭibāʻa wa al-Nashr, 1983), 145.
[62]-Al-Nūr, 24:32.
[63]- ʻAbd Allāh Yūsuf ʻAlī translates "M" as "A woman not in the bond of wedlock" which includes virgin, divorced, and widow. Yusuf Ali, Abdullah, *The Meaning of the Holy Qurʼān* (Beltsville: Amana Publications, 1997), 874.
[64]-Maghniya, Muḥammad Jawād, *Al-Fiqh ʻalā al-Madhāhib al-Khamsa* (Beirut: Dār al-ʻIlm lil-Malāyīn, 1977), 322.
[65]- Al-Ḥabūrī, Ḥasan Ṣāliḥ Jumʻa, *Al-Wilāya ʻalā al-Nafs fī Sharīʻat al-Islām wa al-Qānūn* (Baghdad: Muʼassasat al-Risāla, 1986), 368–370.
[66]-Muḥammad Shafīʻ, Muftī, *Maʻārif al-Qurʼān* (Karachi: Idāra Islāmīyāt, 2019), 2:329.
[67]-Ibn ʻĀbidīn, Muḥammad Amīn ibn ʻUmar, *Radd al-Muḥtār ʻalā al-Durr al-Mukhtār* (Riyadh: Dār ʻĀlam al-Kutub, 2003), 5:184–187 (summary).
[68]-Mawdūdī, Abū al-Aʻlā, Sayyid, *Tafhīm al-Qurʼān* (Lahore: Idāra Tarjumān al-Qurʼān, 1999), 5:570.

[69]-Ibid., 5:570–571.
[70]-Nadwī, Raḍī al-Islām Muḥammad, "Kam Sunnī kī Shādī, Islām kā Nuqṭa-yi Nazar," *Sih-Māhī Taḥqīqāt Islāmī* (Aligarh, India), vol. 42, no. 20, April–June 2023, 17.
[71]-Mawdūdī, Abū al-A'lā, Maulānā, *Tafhīmāt* (Lahore: Islamic Publications Limited, n.d.), 3:172–173.
[72]- "Is Bahth ko Māhnāma Muḥaddith October 1969, August, September, October 1986 aur Māhnāma 'Ālamī Tarjumān al-Qur'ān, September 2025 mein Imrān Shafīq Advocate Supreme Court ke Maḍmūn 'Kam Sunnī kī Shādī aur Imtinā'ī Qānūn: Ek Jā'iza' (ṣ. 94–111) mein Dekhā Ja Sakta Hai."
[73]-Imrān Shafīq, "Kam Sunnī kī Shādī aur Imtinā'ī Qānūn: Ek Jā'iza'," *Māhnāma 'Ālamī Tarjumān al-Qur'ān* (Lahore) 15, no. 9 (September 2025): 111.